361

ابوالکلام آزاد

ترجمان القرآن

ترجمہ و تفسیر

قرآن حکیم نے دوسری آیتوں کے ذریعہ اس نکتہ کو حل کر دیا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق
کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین رحمۃ من
ربک انہ ھو السمیع العلیم (۴۴ : ۴)

ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا کیونکہ ہم دنیا کو اس کی ضلالت کے نتائج سے ڈرانے والے تھے۔ تمام انتظامات الٰہیہ جو حکمت و مصلحت عالم پر مبنی ہیں، اسی رات میں طے پاتے ہیں۔ ازاں جملہ قرآن کا نزول جو اسی رات میں شروع ہوا نیز ہمیں اپنا رسولؐ بھیجنا مقصود تھا جس کا ظہور اللہ کی رحمت کا نزول ہے۔

اب ان دونوں سورتوں کے تطابق و تشاکل پر غور کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ قدر میں فرمایا: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اور یہاں فرمایا: انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ اسی لئے یہ دونوں راتیں ایک ہی ہیں۔ وہاں فرمایا تھا: تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام اور یہاں فرمایا: فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا اس بنا پر "امر سلام" اور "امر حکیم" جس کی تنزیل و تقسیم "لیلۃ القدر" میں خدائے حکیم سے کی گئی ہے۔ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خود وہ "امر سلام" اور "امر حکیم" کیا چیز ہے؟ دوسری آیتوں نے اس کی بھی تفسیر کر دی ہے۔

آلر: تلک آیت الکتب الحکیم۔ اکان للناس عجبًا
ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس وبشر
الذین آمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم؟

یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں۔ پھر کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے اُنہی میں سے ایک آدمی پر وحی کی تاکہ وہ لوگوں کو ڈرائے اور مومنوں کو اس بات کا مژدہ سنائے کہ خدا کے تخت کے نیچے ان کا قدم جم گیا ہے؟

اس لئے یہ "امر حکیم" اور یہ "امر سلام" خود قرآن کریم ہے جو لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر میں قرآن حکیم کی چند خصوصیات کا اجمالی ذکر فرمایا تھا، لیکن اس آیت میں وہ خصوصیتیں بہ تفصیل بیان فرمائی ہیں۔

سورۂ قدر میں فرمایا تھا کہ "وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک پھیل جائے گا"۔ یہ نہایت مجمل طرز خطاب تھا۔ سورۂ دخان میں اس کی تفسیر بھی کر دی فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا "۔ یعنی قرآن حکیم کی آیتیں ہمارے حکم سے ایک پیغمبر پر تقسیم کی جاتی ہیں تاکہ وہ دنیا کے سامنے ان آیتوں کو لے کے جائے اور ہر شخص کے آگے اس خوان کرم کو بچھا دے تاکہ ہر شخص اپنا حصہ لے لے "انا کنا مرسلین رحمۃ من ربک"۔ لیکن دنیا غفلت کی نیند میں سو رہی تھی۔ اس لئے یہ ابر رحمت پہلے گرجا تاکہ دنیا جاگ اٹھے۔ اُس نے اپنی چادر غیب سے پہلے اُس ہاتھ کو نکالا جس میں بجلی کا تازیانہ تھا۔

Marfat.com

Marfat.com

ایک کتاب دی گئی اور ہم کو مشرق و مغرب میں اس کی منادی کرنے کا حکم دیا گیا۔ بادشاہوں کی منادی طبل و علم کے ساتھ کی جاتی ہے لیکن خدا کی منادی تہلیل و تکبیر کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ رمضان کے بعد عید کا حکم اسی لئے دیا گیا تاکہ تہلیل و تکبیر کی مقدس صداؤں میں اسلام کے جاہ و جلال، فوز و قوت اور وسعت و اثر کا سماں دنیا کو نظر آجائے۔ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔

پھر آہ! تمہاری غفلت کیسی شدید اور تمہاری گمراہی کیسی ماتم انگیز ہے کہ تم لیلۃ القدر کو تو ڈھونڈھتے ہو پر اس کو نہیں ڈھونڈھتے جو لیلۃ القدر میں آیا اور جس کے ورود سے اس رات کی قدر و منزلت بڑھی۔ اگر تم اُسے پالو تو تمہارے لئے ہر رات لیلۃ القدر ہے۔ ع

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

Marfat.com

سُورۃ العصر

Marfat.com

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

قسم ہے اُس عصرِ انقلاب اور دورِ تغیرات کی جو پچھلے
دور کو ختم کرتا اور نئے دور کی بنیاد رکھتا ہے کہ نوعِ
انسانی کے لئے دنیا میں نقصان و ہلاکت کے سوا کچھ
نہیں مگر ہاں وہ نفوسِ قدسیہ جو قوانینِ الٰہیہ پر ایمان لائے
اور اعمالِ صالحہ اختیار کیے، ایک دوسرے کو امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کے ذریعے سے دینِ حق کی وصیت کرتے
رہے نیز صبر و استقامت کی اُنہوں نے تعلیم دی۔

Marfat.com

قرآن کا ہر اچھے مقصد کے لئے یہ اعلان ہے کہ آسمان کے نیچے نوع انسان کے لئے، انسانوں کی ترقی کے لئے، جستجوؤں کے لئے اور امیدوں کے لئے بڑی بڑی ناکامیاں ہیں۔ بڑے بڑے گھاٹے ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا کی اس عام نامرادی سے کون انسان ہے، کون جماعت ہے کہ بچ سکتی ہے اور ناکامیابی کی جگہ کامیابی پا سکتی ہے۔ نامیدی کی جگہ امیدوں کے دل میں آشیانہ بنا سکتی ہے۔ وہ کون انسان ہیں؟ وہ انسان کہ جو دنیا میں ان چار شرطوں کو قولاً و عملاً اپنے اندر پیدا کر لیں۔ جب تک یہ پیدا نہ ہوں گی اس وقت تک نہ دنیا میں کوئی قوم کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ ملک۔ حتیٰ کہ ہوا میں اڑنے والے پرندے بھی دنیا میں کامیابی نہیں پا سکتے۔

ان چار شرطوں سے گھبرا نہ جانا اور اگر ایک چیز عربی لباس میں آ جائے تو کیا تم انکار کر دو گے۔ چاہے وہ پہنی ہوئی ہو پہلی شرط وہ ہے جس کا نام قرآن مجید کی بولی میں ایمان ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ تم جبھی کامیابی پا سکتے ہو۔ جب تمہارے دلوں

Marfat.com

اندر، رُوح کے اندر وہ چیز پیدا ہو جائے کہ جس کا نام قرآن مجید کی زبان میں ایمان ہے۔

"ایمان" کے معنی ہیں عربی میں زوال شک کے یعنی کامل درجہ کا بھروسہ اور کامل درجہ کا اقرار تمہارے دل میں پیدا ہو جائے۔ جب تک کامل درجہ کا یقین تمہارے دلوں کے اندر نہ پیدا ہو، اللہ کی صداقت پر، اللہ کی سچائی پر اللہ کے اصولوں پر جس وقت تک کامل درجہ کا یقین تمہارے قلب کے اندر پیدا نہ ہوگا، کامیابی کا کوئی دروازہ تمہارے لئے نہیں کھل سکتا۔ شک کا اگر ایک کانٹا بھی تمہارے دل میں چبھ رہا ہے تو تم کو اپنے اوپر موت کا فیصلہ صادر کرنا چاہئے۔ تم کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تمہارے دل کے اندر ایمان، اطمینان، یقین، تمکن اور اقرار پیدا ہو، لیکن کیا محض دل کا یہ کام، دماغ کا یہ فعل، تصور کا یہ نقشہ کامیابی کو پورا کر دے گا؟ نہیں!

فرمایا، ایک دوسری منزل اس کے بعد آتی ہے۔ جب تک وہ دوسری منزل بھی کامیابی کے ساتھ طے نہ کر لو گے، اس ایک منزل کو طے کر کے کامیابی نہیں پا سکتے۔ اس کا نام قرآن کی بولی میں عمل صالح ہے (وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) یعنی وہ کام جو اچھائی کے ساتھ کیا جائے جس کام کو جس صحت اور جس طریقہ کے ساتھ کرنا چاہئے، جو طریقہ اس کے لئے سچا طریقہ ہو سکتا ہے اس کام کو اُس کے ساتھ انجام دینا۔

قرآن کا یہ اصول تو عام ہے۔ ایمان کے معنی ہیں وہ یقین، وہ کامل

Marfat.com

اطمینان، وہ کامل اقرار کہ جو عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ چیز جو دماغ میں موجود تھی۔ وہ ارادہ جو دماغ میں پیدا ہوا تھا، وہ پہلی منزل ہوئی جو مذہب میں آکر "ایمان" کا نام اختیار کر لیتی ہے بالکل جیسے وہ عمل دماغ ہے، وہ عمل تصور و یقین ہے۔ اس بنا پر پہلی منزل ایمان کی ہے پہلی چیز یہ ہے کہ تمہارے دل کے اندر سچا ارادہ پیدا ہو، سچا عزم پیدا ہو۔ دوسری منزل یہ ہے (عملوا الصلحت) صرف دماغ کی منزل طے کر کے قدم نہ ٹھہر جائیں بلکہ عمل بھی کرو اور وہ جو صالح ہو یعنی جو صحیح طریقہ سے اس کام کے انجام دینے کا۔ جب اس کو پورا کر لیا تو اس کے معنی ہوئے کہ فتح مندی اور کامیابی کی دو منزلیں تم نے کامیابی کے ساتھ طے کر لیں۔ مگر پھر کیا تمہارا کام ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کیا تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے؟ قرآن کی عالمگیر صداقت کہتی ہے کہ نہیں، بلکہ دو منزلوں کے بعد دو منزلیں اور بھی باقی ہیں۔ اپنی ہمت تو آزما لو کہ ان کے لیے تمہارے تلوے تیار ہیں یا نہیں؟ تمہاری کمر ہمت مضبوط ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو ممکن ہے کہ یہ دونوں منزلیں تمہارے لیے سود مند نہ ہوں ——— کیا ایک کڑی کے درست کر لینے کے بعد زنجیر کا پورا کام ہو گیا ہے؟ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں۔ تم کیا ہو؟ اس بکھری ہوئی شکل میں بے کار ہو، اس میں تمہارا کوئی وجود نہیں۔ قرآن وجود مانتا ہے اجتماع کا۔ اس کے نزدیک وجود کڑیوں کا نہیں بلکہ زنجیر کا ہے۔ تم میں سے ہر وجود ایک کڑی ہے۔ اس کا کام پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ باقی کڑیوں کی خبر نہ لے۔ جب تک باقی کڑیاں مضبوط نہ ہوں گی، زنجیر مضبوط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے فرمایا کامیابی کا سفر کامیاب

Marfat.com

نہیں ہو سکتا جب تک تیسری منزل تمہارے سامنے نہ آئے۔

وہ تیسری منزل ان فصیح و بلیغ معنوں میں ہے کہ وتواصو بالحق و تواصو بالصبر۔ تیسری منزل وتواصو بالحق۔ کہ تم جو ایک کڑی تھے جس کو تم نے ایمان کی مضبوطی سے استوار کیا لیکن تمہارا کام ختم نہیں ہوا۔ تمہارا فرض ہے کہ دوسری کڑیوں کی طرف توجہ کرو۔ اس کو یوں درست کر سکتے ہو کہ دنیا میں خدا کی سچائی کا پیغام پہنچاؤ۔ جب تک تم میں یہ بات ہو گی کہ تمہارا دل سچائی کے اعلان کے لئے تڑپنے لگے۔ جب تک توصی حق نہ کرو گے کامیابی تم کو نہیں مل سکتی لیکن اگر اس تیسری منزل کے لئے تم تیار ہو گئے اگر توفیق الٰہی نے تمہاری دست گیری کی تو پھر آخری منزل کون ہے؟ وہ ہے کہ جو حق کی منزل کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ اس کے ساتھ اس کی گردن اس طرح جڑی ہوئی ہے کہ جدا نہیں کی جا سکتی۔ فرمایا کہ حق کی وہ وصیت کریں گے، چنانچہ وہ حق کا پیغام سنائیں گے، حق کی دعوت پہنچائیں گے۔ حق کا یہ حال ہے کہ حق کی راہ میں کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا جب تک وہ قربانیوں کے لئے قدم نہ اٹھائیں۔ فرمایا کہ صرف حق ہی کا پیام وہ نہ پہنچائے بلکہ صبر کا بھی پہنچائے (وتواصو بالحق وتواصو بالصبر)

تم نے اپنی بدبختی سے نہ صرف شریعت کے حکم کو بدلا ہے بلکہ اپنے طریق عمل سے شریعت کے لفظوں کی بولیوں کو بھی بدل ڈالا۔ "صبر" کے معنی کیا ہیں؟ تم سمجھتے ہو کہ صبر کے معنی ہیں بے عزتی اور باطل کی پرستش دیوی جو شخص صبر کے معنی یہ سمجھتا ہے اُس سے بڑھ کر قرآن مجید کی تحریف لفظی

Marfat.com

کرنے والا کوئی نہیں۔ تحریف معنوی تو بہت سے علما کر رہے ہیں لیکن تحریف لفظی یہ ہے کہ صبر کے معنی یہ ہیں کہ اگر تمہارے اوپر حق کے مقابلہ میں مصیبت آجائے تو تم کو چاہئے کہ صبر کے گوشے میں پناہ لو یعنی ہر طرح کی بے عزتی کو، بے چارگی کو، باطل پرستی کو قبول کر لو۔ صبر کے معنی بالکل اس سے مختلف ہیں "صبر کے معنی ہیں" برداشت "کے، صبر کے معنی ہیں تحمل کے، صبر کے معنی ہیں تحمل کے۔ جو قدم تم مقصد کی راہ میں اپنے محبوب نظریے کے لئے اٹھاؤ اور اس میں طرح طرح کی مصیبتیں آئیں، طرح طرح کی رکاوٹیں آئیں، زنجیر اور ہتھکڑیاں آئیں، بلکہ ممکن ہے کہ تمہارے سامنے تختہ دار ہو اور اس پر ایک پھندا لٹکے۔ یہ سب تمہارے سامنے آئے گا لیکن اگر تم حق کے پرستار ہو تو تمہارا فرض ہوتا ہے کہ تمہارے اندر صبر ہو، تمہارے اندر برداشت کی وہ اٹل طاقت ہو، وہ پہاڑ برداشت کا تمہارے اندر موجود ہو کہ دنیا کی کوئی مشکل، کوئی تاج و تخت اس پر انتخاب نہ ہو سکے۔ یہ معنی ہیں صبر کے۔ چنانچہ قرآن مجید کے مواقع استعمال پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر جگہ صبر کے یہی معنی ہیں

مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید نے جو صداقت نوع انسان کے سامنے کامیابی کے لئے پیش کی ہے اور اب سے تیرہ سو برس پیشتر جو ایک اٹل اور لازوال پروگرام بنا دیا ہے یہ اس کی چار دفعات ہیں۔ اگر وہ کوئی سفر ہے تو یہ اس کی چار منزلیں ہیں۔ ہم کو ایک منٹ کے لئے غور کرنا چاہئے کہ کیا دنیا میں کوئی کامیابی بلا ایمان مل سکتی ہے؟ کیا تم شک کا روگ اپنے

Marfat.com

پہلو میں لے کر دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی کامیابی پا سکتے ہو؟ کیا تم دنیا میں ایک مٹھی بھر جو اور چاول بھی پا سکتے ہو؟ جب تک تمہارے اندر حق کے لئے طلب نہ ہو۔ کیا ایک لمحہ کے لئے دنیا کی کوئی کامیابی اپنا چہرہ تمہیں دکھا سکتی ہے جب تک تم حق کی راہ میں قربانیاں چڑھانے کے لئے تیار نہ ہو۔ خدا کی کائنات کے ایک ایک ذرہ میں اس حقیقت کی عالمگیر تصدیق موجود ہے اور اس دنیا میں کامیابی کا کوئی چہرہ نہیں دیکھ سکتا جب تک وہ ایمان، حق اور صبر کی منزل سے نہ گزرے۔ اللہ کا ہر قانون ہرانے والے پرندے کے لئے ہے۔ کیا خدا اپنا قانون تمہارے لئے بدل دے گا؟ کیا خدا تمہاری غفلتوں کا ساتھ دے گا؟ اگر تم اپنی غفلت کی وجہ سے اس دھوکا میں پڑے ہو، تو تم سے بڑھ کر اپنی موت کی طرف جانے والا کوئی نہیں ہے۔

Marfat.com

مقصدِ مساجد

(سورۂ جنّ کی ایک آیت)

Marfat.com

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔

مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ پس مسجدوں میں اللہ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو اور جب خدا کا مخلص (یعنی حضرت داعی الاسلام) اللہ کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس کے گرداگرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس طرح نزدیک آ آ کر دیکھتے ہیں گویا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں گے۔

(الہلال ۸۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

Marfat.com

القرآن الحکیم

مفردات میں ہے :

"المسجد بکسر الجیم موضع السجود"

اگرچہ "مسجد" کے مفہوم کے متعلق مفسرین نے طرح طرح کے اقوال نقل کئے ہیں مگر صاف بات یہی ہے جو امام راغب نے لکھی ہے یعنی مسجد بکسر جیم ہے اور اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں فاطر السموات والارض کے آگے جبین نیاز زمین پر رکھی جائے۔ اسی کی جمع ہے "مساجد"

پس مسجد کا مقصود اس کے نام سے ظاہر ہے۔ سورۂ جن میں اللہ تعالیٰ نے اس کے مقصد کی تحدید کی :

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ — مساجد یا صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ مساجد کے متعلق پہلا حکم الٰہی یہ ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ یعنی ان کے اندر صرف وہی اعمال انجام دیئے جا سکتے ہیں جو مخصوص اللہ کے لئے ہوں۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا:

فلا تدعوا مع اللہ احدًا — پس مسجدوں میں اللہ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو۔

اس جملے نے ان تمام اعمال کی نہی عام کر دی جو خدا کے سوا کسی اور کے لئے انجام دیئے جائیں، خواہ وہ نسانی ہوں یا بدنی۔

امام طبریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ

افردوا المساجد بذکر اللہ تعالیٰ ولا تجعلوا لغیر اللہ فیھا نصیباً۔

مسجدوں کو صرف اللہ کے ذکر کے لئے مخصوص کر دو۔ اللہ کے سوا غیروں کے لئے وہاں کے ذکر و عبادت میں کوئی حصّہ نہ ہو۔

امام طبریؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن کثیر وغیرہم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

قال قتادۃ، کانت الیھود والنصاریٰ، اذا دخلوا کنائسھم اشرکوا باللہ فامر اللہ نبیہ ان یوحدہ وحدہٗ۔

"قتادہ نے اس آیت کے شان نزول میں کہا: یہودیوں اور عیسائیوں کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے گرجوں میں جاتے تھے تو اللہ کے ساتھ اس کے ذکر میں بندوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ پس اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ مسجد کو

Marfat.com

صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص اور صرف اسی کے ذکر
کے لئے محدود کر دیں۔

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج مقصد مساجد کے متعلق حاصل ہوتے ہیں:-

۱ــــ مساجد کی تعمیر اور ان کا قیام صرف اس لئے ہے کہ وہ عمارتیں اللہ کے نام سے مخصوص کر دی جائیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ کے لئے ہوں اور اسی کے ذکر و عبادت کے لئے وہاں لوگ جمع ہوں۔

۲ــــ یہود و نصاریٰ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں خدا کے ساتھ انسانوں کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس عقیدت و طاعت اور ذوقِ عبادت کے ساتھ جو صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اس آیت میں اس سے روکا گیا اور فرمایا کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں نہ کہ انسانوں کے ذکر کے لئے۔

سورۂ جنّ کی اسی آیت کے ساتھ کا ٹکڑا ہے:

وانّہ لما قام عبد اللّٰہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدًا۔

اور جب خدا کا بندۂ مخلص (یعنی حضرت داعی اسلام) اللہ کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس کے گرد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس طرح نزدیک آ آ کر دیکھتے ہیں

Marfat.com

گویا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں گے۔

اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال ہیں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے یا قرآن پڑھتے تو حرص استماع میں لوگ ہجوم کرکے ایک دوسرے پر گرنے لگتے۔ اور نہایت قریب آجاتے۔ اللہ نے اس کی ممانعت کی۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں بروایت سعید بن جبیر دوسرا قول نقل کیا ہے:

نما راوہ یصلی و اصحابہ یرکعون برکوعہ ویسجدون بسجودہ — قال عجبوا من اطاعۃ اصحابہ لہ۔

جب آنحضرتؐ اور ان کے اصحابؓ کو نماز میں اس طرح دیکھتے کہ سب کے سب اُن کے جھک جانے کے ساتھ ہی جھک جاتے ہیں اور اُن کے سجدہ کرنے کے ساتھ ہی سجدہ میں گر جاتے ہیں تو اُن کی اس عجیب اطاعت و فرمانبرداری پر اُن کو نہایت تعجب ہوتا اور متحیر ہو ہو کر دیکھنے لگتے۔

حافظ عماد الدین (ابن کثیر) نے اپنی تفسیر میں بروایت حسن نقل کیا ہے:-

قال الحسن۔ لما قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا الٰہ الا اللہ ویدعو الناس الیٰ ربہم کادت العرب تلبد علیہ جمیعا۔ (حاشیہ فتح البیان جلد ۱ ص ۹۵)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے۔ لا الٰہ الا اللہ کہتے اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے تو اہل

عرب ہجوم کر کے پہنچتے اور ایک دوسرے پر چڑھ جاتے۔

اصل یہ ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اس حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جو آغاز اسلام میں آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھیوں کی تھی۔ جب آپ نماز پڑھنے کے لئے قیام فرما ہوتے ایک جماعت آپ کے جاں نثاروں کی آپ کے پیچھے صف بستہ کھڑی ہو جاتی اور خشوع و خضوع اور انقطاع و قنوت کے ساتھ یہ مقدس گروہ ایک ان دیکھی ہستی کے تصور میں بے خود انہ مصروف رکوع و سجود و مشغول تسبیح و تکبیر ہوتا تو یہ منظر کفار عرب کے لئے نہایت تعجب انگیز ہوتا اور وہ اس عجیب طریق قیام و رکوع اور صفوف و متابعت امام کی عظمت و رعب سے مبہوت ہو جاتے ——— پھر انہوں نے اپنی شوخی و سرکشی سے اس منظر عبادت کو ایک تماشا سا بنا لیا اور نماز کے وقت جمع ہو ہو کر ہجوم کرنے لگے اور دیکھنے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے۔ وہ اکثر تماشہ دیکھنے والوں کی طرح بڑھتے بڑھتے اس قدر قریب آ جاتے گویا لپٹ پڑنے کے ارادے سے بڑھ رہے ہیں۔ پس یہی اصل حقیقت ہے جس کی طرف امام ابن جریر نے ایک روایت نقل کر کے اشارہ کیا ہے۔

Marfat.com

ترجمان القرآن

جلد ۱۰۱

زیر طبع کتب

۱۔ قصص القرآن — از مولانا ابوالکلام آزاد

۲۔ باب التفسیر — از مولانا ابوالکلام آزاد

(ماخوذ از الہلال والبلاغ)

Marfat.com

Marfat.com